بی جے پی قومی کونسل

نئی دہلی ۲۔۳ / مارچ ۲۰۱۳

اقتصادی عزم

افراط زر کی شرح اور بدعنوان یو پی اے حکومت کی پہچان بن گئے ہیں ۔ ملک کو ایک ماہر اقتصادیات وزیر اعظم کی قیادت میں اقتصادی وزیر کے کلنک کو بھی جھیلنا پڑ رہا ہے، ان کے ماتحت ہر ایک اقتصادی میکرو پیرامیٹر میں مسلسل گراوٹ آئی ہے۔ بی جے پی ہندوستانی معیشت کی تیزی سے گرتی صورت حال پر کافی فکر مند ہے۔ اس کے سبب عام آدمی کی تکلیفیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ بی جے پی کانگریس یو پی اے کی قیادت والی حکومت کو نا کام، پالیسی تیار کرنے میں معذور اور ڈائریکشن لیس کے لیے قصوروار قرار دیتی ہے۔

اقتصادی حالت کا کمزور ہونا ۔۔ جہاں سے چلے تھے وہیں لوٹ آنا

بی جے پی کی قیادت والی حکومت کو ۱۹۹۸ / میں ۴ / فیصد کی کم ترقی کی شرح وراثت میں ملی تھی، لیکن بھارت کو ایک اقتصادی سپر پاور بنانے کے تئیں اپنی عہد پابندی کے سبب اس نے معیشت کی تیزی سے ترقی کی۔

جناب اٹل بہاری واجپئی کی دوراندیشی کے نتیجہ میں بھارت نے کئی دہائیوں میں پہلی بار سال ۲۰۰۴ / میں ۸.۲۵ / فیصد ترقی کی شرح حاصل کی تھی ۔ یہ اس وقت تھا جب بی جے پی کی قیادت والی این ڈی اے نے اپنا اقتدار چھوڑا تھا۔

کانگریس قیادت والی یو پی اے حکومت کو اقتصادی ترقی اور اس کے کنسولیڈیشن کے لیے ایک بہت بہتر خواب کی امید بھی نہیں تھی ۔ اعلی ترقی کی شرح اور صحت مند ادائے گی کے توازن کی صورت کے ساتھ ساتھ کم افراط زر کی شرح اور کم سود کی شرح مضبوط اقتصادی ترقی اور میکرو اقتصادی استحکام کو حاصل کرنے کے لیے بہتر پیانے تھے۔

گرچہ، اس بات سے سبھی نا امید ہوئے ہیں کہ کانگریس قیادت والی یو پی اے حکومت نے اقتصادی تبدیلی کا راستہ اپنایا ہے ۔ اپنے ۹ / سالہ دور اقتدار کے دوران ۵ / فیصد افراط زر کی شرح کے ساتھ ۱۰ / فیصد ترقی کی شرح حاصل کرنے کی بجائے یو پی اے حکومت کو اس کے بالکل الگ کامیابی ہوئی ۔ ۱۰ / فیصد کی افراط زر کی شرح اور ۵ / فیصد کی ترقی کی شرح ۔ تنگ سے تنگ قیاس آرائی کے مطابق کانگریس قیادت والی یو پی اے حکومت کے ماتحت اقتصادی بد نظمی سے ملک کئی سال پیچھے چلا گیا ہے۔ اس کے مقابلے یہ دیکھنے قابل بات ہے کہ این ڈی اے نے ۴ / فیصد مجموعی داخلی پیداوار (جی ڈی پی) سے شروعات کی تھی ۔ اور وہ ملک کو ۸ / پلس فیصد ترقی کے راستہ پر لے آئی جبکہ یو پی اے کو ۸ / پلس فیصد جی ڈی پی کی ترقی کی شرح وراثت میں ملی تھی ۔ اور یو پی اے سے کم کر کے ۴ / فیصد ترقی کی شرح پر لے آئی ہے۔

میکرو صورت حال

اس سلسلہ میں صورت اور بھی زیادہ قابل فکر ہے کیونکہ گرتی ہوئی اقتصادی شرح کے ساتھ ساتھ معیشت کے سبھی شعبوں میں گراوٹ آرہی ہے۔ کل ملا کر آئی آئی پی فہرست مسلسل گر رہی ہے اور اس وقت دسمبر ۲۰۱۲ / کے ماہ کے لیے یہ فہرست ۰.۶ / فیصد تھا۔ کوئلہ، کان کنی، پاور، کھاد اور قدرتی گیس جیسے کور فیلڈ منفی زون میں آتے ہیں۔

مسلسل بڑھتا ہوا حکومتی خسارہ نازک صورت حال میں پہنچ گیا ہے۔ اس وقت سرکاری خسارہ ۵.۵ / فیصد کے آس پاس ہے۔ لیکن اس بات کو کسی سے بھی حیرت نہیں ہونا چاہیے کہ یہ اور بڑھ سکتا ہے۔ ایسا ہر سال بجٹ میں سرکاری خزانہ کو کم کرنے کے حکومت کے ذریعہ ہر سال کرائی گئی یقین دہانی کے باوجود ہو رہا ہے۔ یہ نوٹ کرنا دلچسپ بات ہوگی کہ ریاستوں کا سرکاری خزانہ نقصان کم ہو رہا ہے۔ لہذا مرکزی حکومت خاص طور سے بڑھتے سرکاری خزانے کے نقصان کے لیے جوابدہ ہے اور ریاستی سرکاروں پر اس سلسلہ میں برابر کا ذمہ دار ٹھہرانا اس کے لیے مناسب نہیں ہوگا۔

یو پی اے قیادت والی این ڈی اے حکومت نے تاریخی اقتصادی قانون ایف آر بی ایم بنایا تھا تا کہ سرکاری خزانہ کو ۳ / فیصد سے نیچے رکھا جا سکے ۔ بدقسمتی سے کانگریس قیادت والی مرکزی حکومت نے اس عہد کے تئیں کوئی ذمہ داری نہیں نبھائی جبکہ ریاستی حکومتیں ایف آر بی ایم کے نشانوں کے مطابق موٹے طور پر کام کر رہی ہے جیسا کہ ان کے مالی آنکڑوں سے پتہ چل رہا ہے۔

چالو کھاتا نقصان (سی اے ڈی) بھی گہری سوچ کا موضوع ہے کیونکہ یہ جی ڈی پی کے ۴.۵ / فیصد کے سطح پر ہے جو قبول نہیں ہے۔ موجودہ صورت کے لیے جوابدہ ایک اہم وجہ بچتوں اور سرمایہ کاری کی شرح میں بھاری کمی جس کی وجہ نہ صرف اقتصادی ترقی کم ہوئی ہے بلکہ بدقسمتی سے سی اے ڈی اور سرکاری خزانہ کے نقصان کے موجود عدم

توازن کو بھی بڑھایا ہے۔ اس سے بھی خراب بات یہ ہے کہ سرکار مختصر مدتی قرض اور اس کے ذریعہ قرض لینے کے معاملے میں تیزی سے بڑھ رہے ہیں اس سے حقیقت میں سی اے ڈی کا مالی غذائیت بڑھ رہی ہے۔ یہاں تک کہ معیشت کا نیا نیا طالب علم بھی جانتا ہے کہ ایسی صورت اپنے موجودہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مستقبل پیڑھیوں کے وسائل کو ختم کرنے جیسا ہے۔

مسلسل بڑھتے سی اے ڈی اور سرکاری خزانے کے گھاٹے کے نتیجہ کے طور پر گزشتہ ۱۲/مہینوں میں روپے کی قیمت میں ۲۰/فیصد سے زیادہ گراوٹ آئی ہے۔ اس کے مقابلے دیگر بین الاقوامی کرنسیوں کی قیمتوں میں امریکی ڈالر کے مقابلے اضافہ ہوا ہے۔

بھارت کا غیر ملکی قرض ۲۶۰/ولین ڈالر سے بڑھ کر ۳۴۰/ولین ڈالر ہو گیا ہے جو ۳۰/فیصد بیٹھتا ہے۔ ایسا پہلی بار ہوا کہ غیر ملکی قرض غیر ملکی ریزرویشن کے رجسٹریشن سے زیادہ ہے۔

ممکنہ بین الاقوامی ڈاؤن گریڈ کے ردعمل میں حکومت نے جلد بازی میں کئی فیصلے لینے کا فیصلہ کیا ہے، جس کے نتیجہ میں کئی شعبوں میں قیمتیں بڑھ گئی ہیں اور منصوبہ جات خرچ کو کم کر دیا گیا ہے۔ بی جے پی ایسے ردعمل والے اقدام کی مذمت کرتی ہے۔

یہاں تک کہ روپیوں میں ایف ڈی آئی بھی گزشتہ تباہی میں گھٹ کر ۳۴/فیصد ہو گئی ہے جو کہ بہت زیادہ ہے۔ ہم ایک عجیب و غریب صورت کا سامنا کر رہے ہیں جس سے گھریلو سرمایہ کاری بھی غیر ملکوں میں سرمایہ کاری مواقع تلاش کر رہی ہے۔ سال ۲۰۰۰/میں جتنی داخلی سرمایہ کاری غیر ملکوں میں گئی وہ داخلی ایف ڈی آئی کا ۱۰/فیصد ہوتا ہے۔ سال ۱۲-۲۰۱۱/میں یہ گھریلو ایف ڈی آئی کا ۵۰/فیصد بیٹھتا ہے۔

حالت سدھارنے کے لیے مالی رسپانس بھی جانبدارانہ ہے۔ یو پی اے سرکار ریونیو جمع کرنے میں ممکنہ کامیاب کاروائی کرنے کی بجائے ٹیکس اور قیمتوں کو بڑھانے میں لگی ہوئی ہے جس کی وجہ سے عام آدمی پر بوجھ بڑھتا جا رہا ہے۔

افراط زر کی شرح۔ حقیقت میں تکلیف دہ وجہ

یو پی اے حکومت کی سب سے بڑی ناکامی افراط زر کی شرح پر کنٹرول رکھنے اور اسے کم کرنے میں اس کی ناکامیابی رہی ہے۔ بدقسمتی سے افراط زر کی شرح کسی قدرتی آفات کے نتیجہ میں نہیں ہے بلکہ اس حکومت کا دیا ہوا تحفہ ہے۔ اناج بھنڈار کی بدنظمی اور تقسیم میں خرابیوں کی وجہ سے افراط زر کی شرح کا دباؤ بڑھا ہے۔ جہاں ملک کے گوداموں میں صرف ۳۰/ملین ٹن اناج کا اسٹاک کرنا چاہیے تھا وہاں یو پی اے حکومت نے ۷۰/ملین ٹن اناج کا وسیع ترین بھنڈار اسٹاک کیا جس کے نتیجہ میں بازار میں اناج کی کمی ہو گئی اور ان کی قیمتیں بڑھ گئیں۔ بدقسمتی سے، کافی سے زیادہ اناج کو بھارت کے کپوشت لاکھوں بچوں کو بانٹنے کی بجائے اسے گوداموں میں سڑنے کے لیے چھوڑ دیا گیا اور اس کے بعد اسے غیر ملکوں میں جانوروں کے چارے کے طور پر درآمد کیا گیا اور شراب بنانے کے لیے اس کا استعمال کیا گیا۔

یو پی اے حکومت نے ابھی تک ۱۳/بار سود کی شرحوں میں اضافہ کر کے مالی فراہمی کو کم کر کے افراط زر کی شرح کی ڈیمانڈ کی طرف توجہ دی ہے، لیکن آج تک اس سے زیادہ اہم فراہمی فریق کے ایشوز پر توجہ دینے کی بالکل ہی کوشش نہیں کی ہے۔ کھانے کے تیل، جو ۲۰۰۴/میں درآمد فہرست کی کوئی قیمت نہیں تھی اب وہ دس بلین یو ایس ڈالر درآمد کی مد بن گیا ہے۔ آج ملک میں کھانے کے تیل کی ۵۰/فیصد کی ضرورت درآمد کے ذریعہ سے پوری کی جاتی ہے۔

آج لوگ بے تحاشا مہنگائی سے پس رہے ہیں، وہ راحت چاہتے ہیں۔ اس کے بدلے حکومت ایندھن کی پیداوار کے ڈی ریگولیشن کر رہی ہے اور اونچی قیمتوں ٹیکسوں، خدمات چارجز کو بڑھا جا رہی ہے۔ ڈیزل کی قیمتوں میں ایک مشت ۵/روپے بڑھا دیے گئے اور اس کے بعد فی ماہ ۵۰/پیسے کی قسط کے مطابق ۱۰/روپے بڑھا دیے ہیں۔ سرکار نے تھوک گاہلوں کی ایک نئی درجہ بندی پیدا کی ہے اور ایک ہی بار میں ۱۱/روپے فی لیٹر کے حساب سے اس کی قیمت بڑھا دی ہے۔ اس دوران زمینی حقیقت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سرکار نے گیس سلنڈروں کی حد مقرر کر دی ہے جس کے نتیجہ میں کافی کنفیوزن پیدا ہو گیا ہے اور پیچھے کے دروازے سے قیمتیں بڑھا دی گئی ہیں۔ سبھی طرح کے ٹرانسپورٹ لاگت فوراً بڑھ جانے کے ساتھ ساتھ اس کا سبھی طرح کی اشیا کی قیمتوں میں اضافہ کا بہت خراب اثر پڑا ہے۔ تجربات سے یہ پتہ چلا ہے کہ فارورڈ ایکس چینج کے ذریعہ ضروری چیزوں کے وعدہ بازار سے بھی افراط زر کی شرح بڑھتی ہے پھر بھی حکومت نے اس پہلو کو نظرانداز کیا ہے۔

افراط زر کی شرح سے کام کاجی اور مڈل کلاس کے لوگوں کی حقیقی آمدنی میں کمی ہوتی ہے۔ جن کی تنخواہ اور مزدوری کو بڑھتے ہوئی قیمتوں کے ساتھ نہیں جوڑا جاتا۔ اس سے زندگی کی سطح پر بھی بہت خراب اثر پڑتا ہے اور زندگی بسر کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ افراط زر کی شرح بھی ایک عمل ہے جس کی وجہ سماجی اور اقتصادی انصاف پر خراب اثر پڑتا ہے کیونکہ اس سے غریب طبقے سے غیر غریب طبقوں کو حقیقی استیوں کا تبادل آسان ہو جاتا ہے۔

بی جے پی مانگ کرتی ہے کہ ڈیزل، گیس، پٹرول، ریل اور دیگر خدمات کے لیے بھی سرکاری قیمتوں میں کیے گئے اضافہ کو فوراً واپس لیا جائے کیونکہ عام آدمی ماضی کے اقتصادی بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہے۔

اس کا درد اس وقت دیکھنے کو ملی جب ۵۰ ملین سے زیادہ کامگاروں اور ورکروں نے مسلسل بڑھ رہی مہنگائی اور یو پی اے حکومت کی مزدور مخالف پالیسیوں پر غیر اطمینانی ظاہر کرنے کے لیے دو دن کی ملک گیر ہڑتال کی تھی۔ حکومت کے پاس نہ تو مزدوری اور پرائز پالیسی ہے اور نہ ہی اس کے پاس ایک مناسب سپلائی سائڈ رجیم ہے۔

لوٹ جاری ہے

کانگریس پالیسی یو پی اے حکومت بدعنوانی کی مثال بن چکی ہے۔ وی وی آئی پی ہیلی کاپٹر گھپلہ اور فارم لون معافی گھپلہ بھی حال ہی میں اس سرکار کے نہ ختم ہونے والی بدعنوانی کی فہرست میں جڑے ہیں۔ یہ بات نوٹ کرنے کے لیے دلچسپ ہوگی کہ اٹلی نے جسے ہیلی کاپٹر سودے سے منافع ہوا تھا، بدعنوانی کے پتہ لگنے کے فوراً بعد رشوت دینے والوں کے خلاف کاروائی کی جبکہ ہندوستان جسے اس گھپلے سے نقصان ہوا ہے رشوت لینے والوں کا پتہ لگانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ''دی فیملی'' کے روپ میں رشوت لینے والوں کے ذکر کے بارے میں راز ابھی بھی بنا ہوا ہے۔ سرکار نے اس معاملہ میں سی بی آئی کے ذریعہ جانچ کے حکم دے دیے ہیں لیکن وہ اسے عدالت کی نگرانی میں کرانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس نے نہ تو کوئی ایف آئی آر درج کی ہے نہ ہی کوئی ایل آر جاری کیا ہے۔ وہ یہ جانتے ہوئے جے پی سی تشکیل کی پیش کر رہی ہے کہ وہ جانچ کرنے اور کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے گی۔ اس سے یہ اٹکل بازیاں لگائی جاتی ہیں کہ سرکاری سچائی کا پتہ لگانے اور مجرمین کو دنڈت کرنے کے بجائے رشوت لینے والوں کو بچانے میں زیادہ دلچسپی رکھتی ہے۔

ایک بہت بڑا فارم لون معافی گھپلے کا پردہ فاش کیگ نے کیا ہے۔ ۳۴ لاکھ سے زیادہ کسانوں کو، جو لوگ معافی کے حقدار تھے، یوجنا کے غلط امور کی وجہ سے اس کا فائدہ نہیں مل پایا، اس کی بجائے ۲۴ لاکھ سے زیادہ حقدار کسانوں کو یوجنا کی سست عمل کی وجہ سے بھاری فائدہ مل گیا۔ بدعنوانی، افراط زر کی شرح بڑھانے کی ایک اہم وجہ ہے۔ ایمانداری سے سرمایہ کاری کو غیر دلچسپی کی وجہ بنا ہوا ہے۔ اور یہ بڑھتے ہوئے خزانے کے نقصان کی بھی وجہ ہے۔ حکومت نے اپنے گھپلے پر پردہ ڈالنے کے مقصد سے جان بوجھ کر کیگ کی تنقید کی ہے اور سی اے جی کی کاروائی میں رکاوٹ ڈالی ہے۔ بی جے پی مطالبہ کرتی ہے کہ ان دونوں گھپلوں کی جانچ عدالت کی نگرانی میں کرائی جانی چاہیے اور یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ حقدار کسانوں کا فوراً منافع دیا جائے۔

انتظامیہ کی کمی

یو پی اے حکومت اپنی داخلی ناکامیوں کے لیے بہانے تلاش کرنے اور مسلسل باہری وجہوں کو الزام دینے میں ماہر ہے۔ اس کے ذریعہ پالیسیوں میں معمولی سی تبدیلی کرنا، فیصلہ نہ لینا اور بدنظمی موجودہ صورت حال کے لیے ذمہ دار ہے۔ کانگریس قیادت والی یو پی اے حکومت نے وسیع وسائل کو مفت یا حقیقی لاگت کی معمولی شرح پر تقسیم کیے جس سے مناسب ریوینو حاصل نہیں کیا جا سکا۔ کوئلہ اور اسپیکٹرم ایسی کچھ مثالیں ہیں۔ کوئلہ کی تقسیم کو سستی بجلی کی طے شدہ سپلائی سے نہیں جوڑا گیا اس کی وجہ انھیں بھاری بدعنوانی کی مثال مانی جاتی ہے۔

معیشت کے سبھی طبقوں میں فیصلہ لینے کی قوت کی کمی کی صورت پوری طرح سے موجود ہے۔ وزیر اعظم نے بجلی مشینوں کو کوئلے کی غلطی سے پر سپلائی پر نگرانی رکھنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی تھی جو ابھی تک اپنے مقصد کے کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ انھوں نے تیزی سے منظوری دیے جانے کے لیے ایک قومی سرمایہ کاری بورڈ بنانے کی بھی کوشش کی تھی جسے کانگریس پارٹی میں ان سیاسی آقاؤں نے ختم کر دیا۔ آخر کار انھوں نے سرمایہ کاری کے لیے ایک کابینہ کمیٹی کی تشکیل کی جس نے گزشتہ چار برسوں میں بہت ہی کم منصوبوں کو منظوری دی ہے۔ وزیر اعظم کی دو خاص فریٹ کوریڈور بنانے کی سنہری پروجیکٹ التوا میں ہیں اور یہاں تک کہ ادھورے پروجیکٹوں کو پورا کرنے کا ان کی تجویز ابھی تک وجود میں ہی نہیں لائی ہے۔ یہاں تک کہ کئی پروجیکٹوں کے لیے بجلی خریدنے کے معاہدے بھی نہیں ہو پائے ہیں۔ وزیر اعظم پوری ناکامیابی اس وقت دیکھنے کو ملی جب انھوں نے ملک کو بتایا کہ ''پیسہ پیڑوں پر نہیں اگتا۔''

یہ اقتصادی نظام کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے جس کی وجہ سرکار اور اقتدار میں بیٹھی پارٹی کے اندر داخلی ہلچل اور کشمکش ہے۔ یہ بات ایک طرف پلاننگ کمیشن کے ذریعہ اور دوسری جانب این اے سی کے ذریعہ ظاہر کیے بالکل مخالف نظریے سے ثابت ہوتی ہے۔ وزیر خزانہ اور بھارتیہ ریزرو بینک کے ذریعہ الگ خیال ظاہر کرنے سے اس صورت کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کا احساس گزشتہ سال کے بجٹ میں بھی ملتا ہے۔ جب ماضی کے اثر ٹیکسوں اور جے اے آر (GAAR) کا اعلان کیا گیا تھا اور بعد میں انھیں واپس لے لیا گیا اور انھیں ملتوی کر دیا گیا تھا۔

بی جے پی قیادت والی این ڈی اے بنام یو پی اے

بنیادی ترقی پر این ڈی اے کو خصوصی کوشش کو گزشتہ ایک سال میں یو پی اے کو دور اندیشی نہ رکھنے والی انتظامیہ کی وجہ سے دھچکا لگا۔ این ڈی اے کے دور اقتدار میں قومی شاہراہ کی تعمیر فی روز ۱۱ رکلومیٹر کے سطح پر پہنچ گئی تھی۔ آج بھی فی روز ۲۲ رکلومیٹر قومی شاہراہ بنانے کے بڑے بڑے وعدے کے باوجود یہ صرف تین کلومیٹر فی روز رہ گئی ہے جو بہت ہی نا امید والی بات ہے۔ ایسٹ ویسٹ اور نارتھ اور ساؤتھ کوکوریڈور ابھی تک خواب بنے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ دیہی سڑک یوجنا بھی دھیمی پڑ گئی ہے۔

بجلی پیدوار، جس کا نشانہ ۱۱ رویں پنچ سالہ منصوبہ میں ۷۸۰۰۰ رمیگاواٹ رکھا گیا تھا حقیقت میں صرف ۵۴۰۰۰ رمیگاواٹ ہو پایا ہے۔ ریل بندرگاہوں، تیل اور گیس جیسے دیگر بنیادی شعبوں کا کام پوری طرح نا امیدی والا ہے۔ این ڈی اے نے چار سال کے دوران ۴۰ رملین اضافی فیملوں کو گیس کنکشن دینے کو یقینی بنایا تھا جبکہ یو پی اے حکومت گزشتہ ۹ ربرسوں کے دوران ان آنکڑوں کے برابر بھی نہیں پہنچی۔ ایم ٹی این ایل، بی ایس این ایل، این ٹی پی سی ایئر انڈیا جیسے سرکاری شعبہ کے مشین ان کے سیاسی آنکڑوں کے ذریعہ بیجا استعمال اور بدنظمی کی وجہ سے ہوئے بھاری نقصان کی وجہ سے بہت بڑے مسئلہ سے جوجھ رہے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں کل سرمایہ کاری میں بھی گراوٹ آئی ہے۔

یو پی اے نے ابھی تک ملک کو جب لیس گروتھ ہی دی ہے۔ جہاں بی جے پی قیادت این ڈی اے نے اپنے دور اقتدار کے دوران ۸ رملین نوکریوں کو پیدا کیا تھا وہاں یو پی اے نے صرف ۲ رملین نوکریاں ہی پیدا کی ہیں۔ سرکاری منریگا کی پالیسی یقیناً ایک سماجی فلاح کا منصوبہ ہے۔ وہ مستقل روپ سے روزگار پیدا کرنے کی پالیسی نہیں ہے۔ مناسب صورت کو سدھارنے کے لیے ملک میں سبھی سطح پر بنیادی سدھار کیے جانے کی ضرورت ہے جن امید کانگریس قیادت والی یو پی اے سرکار سے نہیں کی جا سکتی۔

غریبی کو دور کرنے کے بارے میں یو پی اے حکومت کا رویہ حقداری ہے نہ کہ خود کفالت کا۔ اگرچہ خود کفالت ایک فائدہ مند اور ٹکاؤ پالیسی ہے تاہم حقداری لوگوں کو مستقل روپ سے سرکار پر منحصر بنانے والی ہے۔

کسانوں کی حالت

ہندوستان میں زراعت جس میں آبادی کا ۶۰ ر سے زائد لوگ لگے ہوئے ہیں، کی حالت بہت خراب ہے۔ اس خراب صورت کی ایک مثال خودکشی کے گراف سے معلوم ہوتا ہے۔ یو پی اے دور اقتدار میں ''ٹرم آف ٹریڈ'' ہمیشہ کسانوں کے خلاف گئی ہے۔ انھیں اپنی پیداوار کا حقیقی فائدہ قیمت ملنے کے ان کے حق سے مسلسل محروم رکھا گیا ہے۔ کم از کم بنیادی قیمت طے کرنے والوں نے ہمیشہ جانبدارانہ کارروائی کی ہے اور حقیقت سے الگ رہے۔ این ڈی اے حکومت نے فائدہ والی قیمتوں کو طے کرنے کے لیے سوامی ناتھن کمیشن مقرر کیا تھا۔ انھوں نے کم از کم بنیادی قیمت سے ۵۰ رفیصد کا زیادہ مشورہ دیا تھا۔ یو پی اے حکومت مسلسل اس فارمولے کو مسترد کرتی رہی اور کسانوں کو حقیقی فائدہ دینے والی قیمت نہیں دی گئی۔

یو پی اے حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ انھوں نے کم از کم بنیادی قیمت میں زبردست اضافہ کیا ہے۔ حقیقت میں یہ ان پوٹ لاگت تھی جو کم از کم بنیادی قیمتوں کے مقابلہ میں زیادہ بڑھی ہے۔ اس کے نتیجہ میں کم از کم بنیادی قیمت اور ان پوٹ کی لاگت میں مارجن مسلسل کم ہو گیا۔ مختلف مقامات پر خرید مرکز اس وقت کام نہیں کرتے جب کسان اپنی پیداوار وہاں لاتے ہیں۔ انھوں نے اپنے پیداوار کی فروختگی مجبوراً کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک مختلف مراکز پر حکومت ضروری مقدار میں جوٹ بیگ کی سپلائی نہیں کر پاتی جس کے نتیجہ میں بھاری نقصان ہوتا ہے۔

زرعی لاگت اور قیمت کمیشن کی تازہ ترین مردم شماری کسانوں کے اس طرح گرتے مارجن کی گواہ ہے۔ دھان کی کم از کم بنیادی قیمت اور اس کی پیداوار لاگت میں فرق ۱۱۔۲۰۱۰ رمیں ہو کر ۱۳۔۲۰۱۲ رمیں ۸ رفیصد ہی رہ گئی ہے۔ گیہوں کے معاملے میں بھی یہ فرق گزشتہ تین برسوں کے دوران ۳۳ رفیصد سے کم ہو کر ۱۳ رفیصد رہ گیا ہے۔ ویڑوں، کیٹ ناشکوں، کھادوں، ڈیزل اور بجلی پانی کی لاگت بڑھ گئی ہے۔ کسان پریشان ہونے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یو پی اے حکومت کی اس طرح کی استحصالی پالیسی سے کسانوں کو کم پیسے مل رہے ہیں جبکہ گاہکوں کو اونچی قیمت چکانی پڑ رہی ہے۔

بی جے پی مطالبہ کرتی ہے کہ فائدہ والی قیمتوں کی مردم شماری سے متعلق سوامی ناتھن کمیٹی کے فارمولے کو فوری طور پر قبول کیا جائے اور این ڈی اے حکومت کے ذریعہ چالو کی گئی طے شدہ کم از کم آمدنی گارنٹی یوجنا کو دوبارہ چالایا جائے۔

بی جے پی زراعت کے تئیں اس طرح کی پالیسی پر عمل کرنے کے ممکنہ خطروں کے بارے میں کانگریس قیادت والی یو پی اے سرکار کو متنبہ کرتی ہے کیونکہ اس سے گزشتہ کچھ دہائیوں کے دوران غذائی تحفظ حاصل کرنے کے بارے میں بھارت کی کامیابی کو حقیقت میں نقصان پہنچا سکتا ہے۔

یو پی اے کی کھادوں کے لیے سبسڈی یوجنا (NBS) کی وجہ سے سبھی غیر سبسڈی والی کھادوں کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے جس کے نتیجہ میں پالیسی کا مقصد ہی فیل ہو گیا ہے۔ غیر یوریا کھادوں کی قیمت بھی آسمان چھو رہی ہے جس کے نتیجہ میں یوریا کا زیادہ استعمال ہو رہا ہے۔ کسانوں کو کھادوں کی کم سپلائی ہو رہی ہے اور اس کی وجہ اس کی

کالابازاری ہو رہی ہے۔ ہر سال کسان ملک میں بھر میں سیکڑوں مقامات پر اس کے خلاف مظاہرے کر رہے ہیں۔

سرکار نے پوری طرح آب پاشی کو نظر انداز کیا ہے جو ایک واحد ہماری بارش پر منحصر زراعت کو مزید زیادہ ٹکاؤ بنانے کی خاص ذریعہ ہے۔ سال ۱۹۸۹ء میں جب ڈاکٹر منموہن سنگھ پلاننگ کمیشن میں تھے اس نے گزشتہ کچھ برسوں کے دوران بھرپور فصل کو دیکھتے ہوئے آب پاشی کے لیے تقسیم کاری کو کم کرنے کا فیصلہ لیا تھا۔ اس ایک تباہ کن فیصلے کی وجہ قومی آب پاشی کے معاملے میں ۲۰ سال پیچھے رہ گئے اور اس سے کھیتی کو غیر معمولی نقصان ہوا ہے۔

سوکھا اور بے موسم کی بارش

کرناٹک، مہاراشٹر، گجرات، مدھیہ پردیش، تمل ناڈو، آندھرا پردیش اور راجستھان کے کئی حصوں میں زبردست سوکھے کی حالت ہے۔ ملک میں ۱۰۰ سے زائد اضلاع بری طرح سے متاثر ہیں۔ فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ گھاٹے بڑھتے جا رہے ہیں۔ کسان بھاری مصیبت میں ہے۔ پانی کی کمی کی وجہ سے کئی قسم کی مشکلات کھڑی ہو گئی ہیں یہاں تک کہ پینے کے پانی کا مسئلہ بھی پیدا ہو گیا ہے اور پانی کی کمی کی وجہ سے کئی بجلی کی مشینیں بند ہو گئی ہیں۔ پانی اور چارے کی کمی میں عوامی جانور کیمپ لگانے پڑے ہیں۔ یہاں تک کہ دیہی علاقوں میں اقتصادی سرگرمی سست پڑ گئی ہے پھر بھی مرکزی حکومت کسانوں کی مدد کرنے کے لیے فوری کاروائی کرنے میں ناکام رہی ہے۔

جنوری فروری کے مہینوں میں بے موسم کی برسات اور کافی وقت تک سردی کا موسم رہنے کی وجہ سے جنوبی ہندوستان میں کھڑی فصلوں کو غیر معمولی نقصان ہوا ہے۔ گیہوں کی فصل کی پیداوار پر خراب اثر پڑنے کی پورے امکان ہیں اور اس سے کسانوں کو بھاری نقصان ہو سکتا ہے۔

بی جے پی مطالبہ کرتی ہے کہ متاثر کسانوں کے قرض کو فوراً معاف کیا جائے اور متاثر ریاستوں کو بھی ضروری مدد دی جائے۔

بی جے پی قیادت والی این ڈی اے کا قومی ترقی میں تعاون

بی جے پی کو زراعت میں شاندار کام کے لیے مجموعی ترقی اور لوگوں کے حق میں ہوئی اصلاحات کرنے کے لیے اپنی ریاستی حکومتوں پر فخر ہے۔ اگر ملک کی زراعت ۵.۳ رفیصد کے حساب سے بڑھ رہی ہے جس کے لیے صدر جمہوریہ پرنب مکھرجی نے مرکزی حکومت کو شاباشی دی ہے تو یہ بات نوٹ کی جانی چاہئے کہ بی جے پی اور این ڈی اے حکمراں ریاستوں میں اوسط زراعتی ترقی قومی اوسط سے دوگنا ہے۔

کانگریس پارٹی فرٹیلائزر س تحفظ اور براہ راست نقدی منتقلی یوجناؤں کے ایشو پر اپنے سیاسی مستقبل کو جوڑ رہی ہے۔ چھتیس گڑھ سرکار نے پہلے ہی کامیابی کے ساتھ فرٹیلائزر س تحفظ یوجنا اور براہ راست نقدی منتقلی سے متعلق قانون بنایا ہے اور اسے نافذ کیا ہے جس کے تحت ریاست کے ۹۰ رفیصد لوگوں کو کور کیا گیا ہے۔ اس کامیاب ماڈل کی لگاتار تقریباً ساری دنیا میں کوریج کے لیے تعریف کی جا رہی ہے۔ این ڈی اے حکمراں کئی ریاستیں پہلے سے ہی اسکالرشپ، پنشن اور دیگر فلاحی یوجناؤں کے لیے بینکوں کے ذریعہ نقدی منتقلی پر عمل کر رہی ہے۔

بی جے پی اور این ڈی اے حکمراں ریاستوں نے سوراج کی اچھی روایت کے فائدے تیزی سے ترقی کرنے کی مثال قائم کی ہے۔ اگر ملک میں ۵ رفیصد ترقی کی شرح ہے تو یہ صرف این ڈی اے حکمراں ریاستوں کے ذریعہ مسلسل ۱۰ رفیصد اوسط سالانہ ترقیاتی اضافہ کی شرح ہونے کی وجہ سے ہے۔

اگر کانگریس قیادت والی یو پی اے سرکار معیشت کا بہتر نظام نہیں کر سکتی تو ان کے ذریعہ ملک کے لیے بہتر خدمات یہ ہوتی کہ وہ بی جے پی اور این ڈی اے ریاستی سرکاروں کے نئے نئے اور کامیاب پروگراموں کو اپناتے ہوئے انھیں نافذ کرتی ہے۔

بجٹ ۲۰۱۳ء

۲۸ رفروری کو پارلیمنٹ میں پیش کیے گئے مرکزی بجٹ میں ہندوستانی معیشت کے لیے کوئی خاص نظم نہیں ہے۔ اس میں پالیسی اور قرض کے ڈھانچے میں کچھ کاسمٹک تبدیلی کی گئی ہیں۔ اگرچہ بجٹ کا مضمون الفاظ سے بھرا ہوا ہے تاہم اس میں کوئی نشانہ نظر نہیں آتا۔ اس میں ہندوستان مینوفیکچرنگ شعبہ کو فروغ دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ زراعت کی اندیکھی کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ عام آدمی کا ذکر کرنے کی روایت کو بھی نہیں نبھایا گیا۔ اس میں ایسے کچھ اقدامات کا ذکر نہیں ہے جن سے برآمد بڑھے، افراط زر کی شرح پر کنٹرول ہو اور روپیہ مضبوط ہو سکے۔ معیشت کو ۵ رفیصد کے لیے ترقی کی شرح سے نیچے لا کر یو پی اے اپنے تازہ ترین بجٹ میں ۹ رفیصد ترقی کی شرح کے نشانہ کو حاصل کرنے کے اپنے ابتدائی روڈ میپ تیار کرنے میں ناکام رہا ہے۔

بجٹ میں اشتباہ بھی ہے۔ ۹۶۹۸۰ کروڑ روپے پٹرولیم سبسڈی کو کم کر کے ۶۵۰۰۰ کروڑ روپے کرنے کا ارادہ ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پٹرول ڈیزل اور گیس کی قیمت اور بڑھیں گی۔

یہ بجٹ کوئی پالیسی والا بیان نہیں ہے۔اس میں راستہ دکھانے سے متعلق کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ یہ صرف حساب کتاب کرنے کی ایک کارروائی ہے جس میں خرچ کو کم کیا گیا ہے۔اس کے بڑھنے کی کوئی امید نہیں بتائی گئی ہے۔اس میں ترقی نہیں ہوگی۔غریب اور کمزور طبقوں کے ساتھ ساتھ مڈل کلاس بھی بری طرح سے متاثر ہوں گے۔

سال ۱۳۔۲۰۱۲ کے اکاؤنٹ میں ریاستوں کی رقم خرچ میں ۶۰،۰۰۰ کروڑ روپے کی بھاری کٹوتی کی گئی ہے جو سب سے بڑا دھوکا ہے۔ایسا بغیر کسی بحث کے اور اعلان کے کیا گیا ہے۔

وزیر خزانہ نے سی اے ڈی کے مالی درستگی کے لیے اگلے دو سال کے دوران ۷۵ بلین امریکی ڈالر کی ہماری ضرورت کا ذکر کیا ہے۔ان کے مطابق ایسا کرنے کے تین ذرائع ہیں۔ایف ڈی آئی، ایف آئی آئی، ای سی بی۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کانگریس قیادت والی یو پی اے سرکار کے ذریعہ اقتصادی اصلاحات کا جو راستہ اپنایا ہے وہ قومی ضرورت کے مطابق نہیں ہے بلکہ یہ کساد بازاری سے متاثر ہے۔ہر ملک کو اصلاحات کا اپنا خود کا راستہ تلاش کرنا ہوتا ہے جو نکاؤ ہو اور مقامی ضرورتوں کے مطابق ہو۔اس سلسلہ میں بی جے پی کا ملک کو تیزی سے ترقی کے راستہ پر لے جانے کا منظور ٹریک ریکارڈ ہے اور ہم اس کے تئیں پابند ہیں اور دوبارہ ایسا کرنے کے لیے اہل ہیں۔

مختصر میں اپنی عوام مخالف پالیسوں سے کانگریس نے سماج کے غریب طبقے اور کسانوں کو بھاری نقصان پہنچایا ہے۔مڈل کلاس لوگوں کی امیدیں اور خوابوں کو چکنا چور کیا ہے۔شہری اور دیہی دونوں معیشتوں کو برابر سے نقصان پہنچا ہے اور نوکریوں اور ترقی بری طرح متاثر ہوئی ہیں۔

لہٰذا بی جے پی مطالبہ کرتی ہے،

پٹرول ڈیزل کے سرکاری قیمتوں میں کیے گئے اضافے کو فوراً واپس لیا جائے اور گیس سلنڈروں کی حد کو ختم کیا جائے۔

سبھی ضروری اشیا کی قیمتوں کو ضروری پالیسی بنا کر درست کیا جائے

کم از کم بنیادی قیمت کو بڑھایا جائے جو لاگت +۵۰ فیصد کے فارمولے پر مبنی ہے۔

کسانوں کے لیے یقینی کم از کم آمدنی گارنٹی یوجنا کو دوبارہ چالو کیا جائے۔

خشک سالی اور بے موسم کی برسات سے متاثر کسانوں کے قرض معاف کیے جائیں۔

ان حقدار کسانوں کو قرض معافی کا فائدہ دیا جائے جو فارم قرض معافی یوجنا کے نفاذ سے محروم رہ گئے ہیں۔

کھادوں کی قیمتوں کو کم کرنے کے لیے فوراً قدم اٹھائے جائیں۔

اگر یہ مطالبات پورے نہیں کیے جاتے تو بی جے پی یو پی اے حکومت کی ان عوام مخالف اور ترقی مخالف اقتصادی پالیسیوں کے خلاف عوامی تحریک چلائے گی۔